ضبطِ ولادت کی شرعی حیثیت

از پروفیسر رفیع اللہ

" ضبطِ ولادت کی شرعی حیثیت" کے نام سے مفتی محمد یوسف صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے، جسے اسلامک پبلی کیشنز لیمٹڈ لاہور نے شائع کیا ہے۔ یہ اشاعتی ادارہ جماعتِ اسلامی کی تصنیفات کا ناشر ہے، اور ایک لحاظ سے یہ جماعتِ اسلامی ہی کا "نیم سرکاری" ادارہ ہے۔

اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ صفحہ ۲۷ تک ہے، جس میں مصنف نے خاندانی منصوبہ بندی کا وہ مفہوم واضح کیا ہے، جو ان کے ذہن میں ہے۔ اور جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں، انہیں کچھ وعظ سنائے ہیں۔ کتاب کا اصل حصہ صفحہ ۲۷ سے آگے شروع ہوتا ہے، جس میں اس موضوع کے شرعی دلائل (زیادہ تر احادیث) سے بحث کی گئی ہے۔ پہلے حصہ کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:۔ ضبطِ ولادت یا خاندانی منصوبہ بندی کا جو مفہوم ان کے ذہن میں ہے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل ایک دو اقتباسات سے کیجئے۔ صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں:۔

" ضبطِ تولید کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم سب زمین کی سرحدات پر ڈنڈے لئے ہوئے کھڑے رہیں۔ اور جو بھی کوئی نو وارد ہماری اس مخصوص جائداد زمین پر قدم رکھنے کا ارادہ کرے تو اسے یہاں نہ آنے دیں۔ تاکہ اس سرزمین پر اس کو قدم رکھنے کا ہی موقع نہ ملے "

پھر ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

" جن ممالک میں ضبطِ تولید کا منصوبہ آزمایا جا چکا ہے، وہاں طلاق کا رواج بہت کثرت سے پھیل چکا ہے۔ اور طلاق حاصل کرنے والوں میں بڑی اکثریت ان جوڑوں کی پائی جاتی ہے ، جو بے اولاد ہیں "

یہ ہے خاندانی منصوبہ بندی کا وہ مفہوم، جو ان حضرات کے ذہنوں کی پیداوار ہے۔ معلوم نہیں ان لوگوں کو خاندانی منصوبہ بندی کا یہ مفہوم دنیا کی کون سی کتاب سے ملا ہے۔ یا یہ لوگ دانستہ ایسا کرتے ہیں۔ حالاں کہ دیانت داری کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کی حرمت پر کتاب تصنیف فرمانے سے پہلے اس کا صحیح مفہوم تو کسی سے دریافت کر لیتے۔ آج تو ایک جاہل آدمی بھی اس کے مفہوم سے آگاہ ہو چکا ہے کہ اس کا مقصد بچّوں کی پیدائش کے درمیان مناسب وقفہ دینا ہے تاکہ ماں اور بچّوں دونوں کی صحت پر کوئی بُرا اثر نہ پڑے۔ اور دوسرا یہ کہ ہر خاندان میں بچّوں کی تعداد اتنی ہو جتنی کی وہ مناسب طریقہ سے پرورش اور تعلیم و تربیت کر سکیں۔ تاکہ وہ خاندان اور ملک کے قابلِ فخر فرزند بن سکیں۔ اِس طرح جب ہر خاندان (چھوٹا یونٹ) خوش حال ہو گا تو بڑا یونٹ یعنی ملک خود بخود خوش حال ہو گا۔

عقیدۂ تقدیر کے خلاف

پہلے حصے میں دوسری اہم بحث ضبطِ ولادت کا عقیدۂ تقدیر کے خلاف ہونا بتایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

"نسلِ انسانی کی جو مقدار اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی میں مقدر ہو چکی ہے اور جس کی پیدائش کا حتمی فیصلہ کیا گیا ہے، وہ مقدار لازمی طور پر پوری ہو کر رہے گی۔ اور کوئی بھی انسانی تدبیر یا منصوبہ بندی اُس کی راہ میں رکاوٹ پیدا نہیں کرے گا۔ کیوں کہ تقدیر کے حتمی فیصلے تبدیل نہیں ہوا کرتے۔" (صفحہ ۳۴-۳۵)

اس کے بعد شریعت کی ترجمانی باری تعالیٰ کی زبانی ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

"تمہارے ازدواجی تعلقات کا اصل مقصد یہ ہے کہ تم بقائے نوع کے لئے افراد پیدا کرنے کا انتظام کرو۔ رہا ان کے رزق کا انتظام تو وہ میرے ذمہ ہے۔" (صفحہ ۵۴)

اگر عقیدہ تقدیر کا یہی مفہوم ہے تو حضور صلعم، باری تعالیٰ سے اکثر اوقات قلتِ مال اور کثرتِ اولاد سے بچنے کی دعا کیوں فرماتے تھے۔ (اللھم انی اعوذ بک جھد البلاء) اے اللہ میں جھد البلاء سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ جھد البلاء کی بعد میں یہ تشریح فرمائی گئی کہ قلتِ مال و کثرتِ عیال (بخاری، مسلم اور نسائی نے اس دعا کو حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے نقل کیا ہے)۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز ابن شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی تفسیر عزیزی میں قلتِ مال و کثرتِ عیال کو ایک شرعی عذر قرار دیا ہے، جس کے لئے ضبطِ ولادت پر عمل کیا جا سکتا ہے (تفسیر سورۃ التکویر)۔

جو اہلِ علم شریعت اسلامی سے ضبطِ ولادت کا جواز پیش کرتے ہیں، انہیں یہ وعظ سنایا ہے کہ ان لوگوں کے پیشوا، رہنما، مقتدا مغربی رہنما ہیں اور وہ اپنی شریعت کی رہنمائی سے یکسر محروم اور غافل رہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر غضب کی بات یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ اپنے اس غلط اندازِ فکر اور فاسد طرزِ عمل کو صحیح ثابت کر دکھانے کے لئے اس بات سے بھی گریز نہیں کرتے کہ اسلام کے مسلّمات میں اپنی طرف سے ترمیم پیش کریں یا ان میں تحریف کر ڈالیں۔ (صفحہ ۱۱)

قارئین آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ اس الزام کی زد کہاں جا کر پڑتی ہے۔

دوسرا حصہ

کتاب کا دوسرا حصہ صفحہ ۴۷ سے شروع ہوتا ہے۔ اور اس میں سب سے بڑی بحث احادیث سے ہے، جو صفحہ ۱۲۲ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اِن احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے جو فیصلے اور فتوے سلف صالحین اور علمائے خلف نے دیئے ہیں، وہ تو بعد میں نقل کئے جائیں گے۔ پہلے وہ ملاحظہ فرمایئے جو مفتی صاحب نے ان احادیث پر عالمانہ بحث فرمانے کے بعد شریعت کی زبانی ہمیں سنائے ہیں: ــــــــ " اِن ارشادات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہے۔ کہ عزل پسندیدہ عمل نہیں بلکہ ایک قبیح مکروہ اور قابلِ نفرت فعل ہے، جس سے اجتناب ہی کرنا چاہیئے اور کسی کے لئے اس کا ارتکاب کرنا اچھا نہیں۔" (صفحہ ۷۶)

حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع پر سلف صالحین کے فیصلوں کو جتنا بھی توڑ موڑ کر پیش کیا جائے، ہر حالت میں ضبطِ ولادت کا جواز ثابت ہوتا ہے اس لئے مفتی محمد یوسف صاحب نے احتیاط کے طور پر ان کا کوئی قول نقل کرنے کی بجائے ان کی طرف یہ فرضی نظریہ منسوب کر دیا۔

" عزل کے بارے میں دوسرا نظریہ یہ ہے کہ یہ فعل اگرچہ حرام قطعی تو نہیں مگر مکروہ ضرور ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کی نگاہ میں کوئی پسندیدہ عمل نہیں بلکہ مکروہ اور قابلِ نفرت فعل ہے، جس سے بچنا ہی شریعتِ اسلامی کے نزدیک بہتر اور مطلوب ہے ...... یہ جمہور علماء کا مسلک ہے جس میں احناف، مالکیہ اور حنابلہ سب شامل ہیں۔" (صفحہ ۱۲۰)

سلف صالحین کا صحیح مسلک

اب سلف صالحین کا مسلک ملاحظہ ہو۔ قارئین خود اندازہ لگا سکیں گے کہ ان کے ساتھ

کیا سلوک کیا گیا ہے۔ آگے چلنے سے پہلے عزل کی وہ تشریح ذہن نشین کر لیجئے جو ہمارے فقہاء نے متعین فرمائی ہے۔ ہمارے علماء میں سے مفتی محمد شفیع صاحب نے اُسے دیانت داری سے بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے:۔

"اس کی جو صورت اس زمانے میں معروف تھی، اسے عزل کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسی صورت اختیار کرنا جس سے مادۂ تولید رحم میں نہ پہنچنے پائے۔ خواہ مرد کوئی صورت اختیار کرے یا عورت فمِ رحم کو بند کرنے کی کوئی تدبیر کرے۔ (ضبطِ ولادت عقلی و شرعی حیثیت سے، صفحہ ۲۱)

اب سلف صالحین کے فیصلے ملاحظہ ہوں، جو انہوں نے انہی احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے دیئے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے تو اس کا جواز قرآن مجید کی ایک آیت "نساؤکم حرث لکم" سے ثابت کیا ہے (ملاحظہ ہو احکام القرآن للجصاص جلد ا صفحہ ۴۱۶)۔ امام صاحب کے استدلال کے ساتھ ہی اس بارے میں وہ حنفی مذہب کا مسلک ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:۔

" وھٰذا عندنا فی ملک الیمین وفی الحرۃ اذا آذنت فیہ وقد روی ذٰلک علی ما ذکرنا من مذھب اصحابنا عن ابی بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ وابنِ مسعودؓ وابن عباسؓ و آخرین غیرھم۔" (ایضاً صفحہ ۴۱۷)۔ (احناف کے نزدیک ایسی مطلق اجازت صرف لونڈی تک محدود ہے۔ آزاد عورت سے ایسا کرنے کے لئے اس کی اجازت کی ضرورت ہے۔ حنفی مذہب کا یہ مسلک حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے اجل صحابہ سے مروی ہے)۔

"اصحابنا" کے الفاظ سے مراد ہے کہ حنفی فقہ کے تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے۔ چنانچہ حنفی فقہ کی کسی کتاب میں کسی امام کے اختلاف کا بیان تو کجا، اس کی طرف معمولی سا اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ اس کی تائید میں حنفی فقہ کی تمام کتابوں سے یہ فیصلہ نقل کرنے کی بجائے ہم صرف ایک اور حوالہ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، جسے اسلامی ہند کے پانچ سو جید حنفی علماء نے حنفی فقہ کی تمام کتابوں کو سامنے رکھ کر فتاویٰ عالمگیری میں نقل کیا ہے:۔

" العزل لیس بمکروہٍ برضاءِ امرأتہٖ الحرۃ (فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ کلکتہ جلد اوّل صفحہ ۴۰۲) (آزاد بیوی کی رضامندی سے ضبطِ تولید کے لئے عزل کرنا مکروہ نہیں ہے)۔

آپ حنفی فقہ کی جس کتاب کو دیکھ جائیں، اس میں بیوی کی رضامندی کے سوا اور کسی بھی شرط کا ذکر نہیں۔ بلکہ اکثر و بیشتر "غیر مکروہ" کے الفاظ ہیں۔ مفتی محمد یوسف صاحب نے اپنی طرف سے اپنے ائمہ سے جو کچھ منسوب کیا ہے، اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یہی نہیں بلکہ فتاویٰ عالمگیری کی اس عبارت کے اگلے الفاظ مفتی صاحب جیسے لوگوں کے لئے اور تکلیف دہ ہیں یعنی وہ عورت کو بھی ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں، ملاحظہ ہو:۔

وکذلک المرأة لیسعها ان تعالج اسقاط الحبل مالم یستبن شئی من خلقه وذلک مالم یتم لهٗ مائة وعشرون یوماً۔ (ایضاً) (اور اس طرح بیوی کو حمل کے اعضاء ظاہر ہونے سے پہلے اسقاط حمل کے لئے علاج کرانے کی اجازت ہے۔ اور حمل کے اعضاء ایک سو بیس دن کے بعد ہی تو ظاہر ہوتے ہیں)۔

فقہاء میں سے صرف ایک جگہ مصنف نے علامہ قاضی خان کا اسقاط حمل کے بارے میں اپنا مفید مطلب حوالہ دیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔ ان کی رائے اختیار کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں کیوں کہ علامہ فخر الدین قاضی خانؒ ایک بڑے فقیہ بلکہ اہلِ الترجیح فقہاء میں شمار کئے جاتے ہیں (صفحہ ۶۰)۔ کتنے لطف کی بات ہے کہ یہی علامہ قاضی خان ضبطِ ولادت کے سلسلے میں بیوی سے عزل کرنے کے لئے اس کی رضامندی والی شرط بھی اُڑا دیتے ہیں۔ اصل میں اس بارے میں ان کا فتوٰی بھی تمام حنفی ائمہ اور فقہاء کے عین مطابق ہے۔" واذا عزل الرجل عن امراته بغیر امرها ذکر فی الکتاب انهٗ لایباح۔ قالوا فی زماننا یباح لسوءِ الزمان۔" (فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۶۵) (جب کوئی مرد بیوی کی رضامندی کے بغیر عزل کرے تو اصل کتاب میں ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا جائز نہیں، لیکن فقہاء کا کہنا ہے کہ ہمارے زمانے میں ماحول کی خرابی کی وجہ سے اس کی رضامندی کے بغیر بھی جائز ہے)۔

قاضی خان کی یہ عبارت اسقاط حمل والی اس عبارت کے بالکل ساتھ ہے جو مفتی محمد یوسف صاحب نے اپنے مطلب کے لئے نقل کی ہے۔ اور اپنے مطلب کے خلاف والی عبارت پر پردہ ڈال دیا ہے۔ قاضی خان کے ساتھ انہوں نے علامہ شامی کا نام بھی لیا ہے (صفحہ ۵۹) اور عامة الناس کو یہ تاثر دیا ہے کہ وہ بھی اسے مکروہ اور ناجائز سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ علامہ شامی کا مسلک دوسرے

فقہاء سے کچھ زیادہ ہی "ترقی پسند" ہے۔ وہ تو عورت کو خاوند کی اجازت کے بغیر رحم کا منہ سی[1] دینے کی اجازت دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

اخذ فی النہر من ھٰذا و مما قدمہ الشارح عن الخانیۃ والکمال انہ یجوز سدّ فم رحمہا کما تفعلہ النساء مخالفاً لما بحثہ فی البحر من انہ ینبغی ان یکون حراماً بغیر اذن الزوج قیاساً علی عزلہ بغیر اذنہا قلت لکن فی البزازیۃ ان لہ منع امرأتہ عن العزل نعم النظر الی فساد الزمان یفید الجواز من الجانبین۔ (فتاویٰ شامی جلد ۲ صفحہ ۳۹۰)

(اس بحث سے اور جو کچھ فتاویٰ خانیہ اور علامہ ابن ہمام سے بیان ہوا ہے کہ عورت خاوند کی رضامندی کے بغیر بھی رحم کا منہ بند کر سکتی ہے جیسا کہ عورتوں میں رواج ہے۔ بظاہر عزل پر قیاس کرتے ہوئے مرد کی رضامندی کے بغیر یہ جائز نہیں ہونا چاہیئے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو عزل سے روک سکتا ہے۔ ہاں ماحول کی خرابی کا لحاظ رکھتے ہوئے دونوں طرف سے بغیر ایک دوسرے کی رضامندی کے بھی ایسا کرنا جائز ہے)۔

تفصیلات نقل کرنے میں ہم نے اپنے آپ کو فقہ حنفی تک اس لئے محدود رکھا ہے کہ ہمارے ملک کی اکثریت اسی مسلک کی پیروکار ہے۔ دوسرے ائمہ کے نزدیک بھی اس کی شرعی حیثیت یہی ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:۔

"اما العزل فقد حرمہ طائفۃٌ لکن الائمۃ الاربعۃ علی جوازہٖ باذن المرأۃ"۔ (مختصر الفتاوی المصریۃ، صفحہ ۴۲۱) (کچھ اہلِ علم نے عزل کے جواز کو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن چاروں فقہی مذاہب کے ائمہ بیوی کی اجازت سے اسے جائز قرار دیتے ہیں)۔

ضبطِ ولادت کے مخالفین میں صرف ایک امام ابنِ حزم اندلسی کا نام ملتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ انہوں نے وہاں مسلمانوں کی اقلیت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فتویٰ دیا تھا۔ آج بھی جن ممالک میں مسلمانوں کی تعداد غیر مسلموں کے برابر برابر ہے۔ یا وہ اقلیت میں ہیں، وہ اس فتویٰ پر عمل کر سکتے ہیں۔

---

[1] موجودہ زمانے کا I.U.D اس کی ترقی یافتہ شکل ہے۔

امام ابن قیمؒ نے نقل کیا ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے جمہور علماء کا عزل کے جواز پر اتفاق ہے :۔

قال البیہقی وقد روینا الرخصة فیہ عن سعد بن ابی وقاص وابی ایوب الانصاری وزید بن ثابت وابن عباس وغیرہم وھو مذھب مالک والشافعی رحمہم اللہ واھل الکوفة وجمھور اھل العلم ۔ (زاد المعاد جلد ۴ صفحہ ۲۰) (امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس کی اجازت حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابنِ عباسؓ وغیرہم صحابہ کرام سے منقول ہے۔ اور یہی امام مالکؒ، امام شافعیؒ، احناف اور جمہور اہلِ علم کا ہے)۔

امام ابنِ قیمؒ کا مسلک

مصنف حافظ ابنِ قیم کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتے ہیں، جو اُنہوں نے حنفی ائمہ وفقہاء اور دوسرے سلف صالحین سے کیا ہے۔ یعنی اپنی طرف سے کچھ فرض کر کے ان کے ذمہ لگا دینا۔ مفتی محمد یوسف صاحب اپنی اس کتاب کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں کہ اس بارے میں حافظ ابن قیمؒ کی تحقیق یہ ہے۔ اور اس کے بعد وہ اقوال ذکر کئے ہیں، جو حافظ ابن قیمؒ نے مخالفین کے نقل کئے ہیں۔ لیکن حافظ ابنِ قیمؒ نے جو فیصلہ دیا ہے، اس پر تو پردہ ڈال جاتے ہیں اور انہوں نے مخالفین کے جو اقوال جواب دینے کے لئے نقل کئے ہیں، اسے ان ہی کی تحقیق قرار دے کر عامۃ الناس کو فریب دیتے ہیں۔ اب ملاحظہ ہو کہ حافظ ابنِ قیمؒ انہی احادیث کو سامنے رکھ کر کیا فیصلہ دیتے ہیں:۔

" فھذہ الاحادیث صریحةٌ فی جواز العزل وقد رویت الرخصة فیہ عن عشرةٍ من الصحابة ۔ علی وسعد بن ابی وقاص وابی ایوب وزید بن ثابت وجابر وابن عباس والحسن بن علی وخباب بن الارت وابی سعید الخدری وابن مسعود رضی اللہ عنھم "۔ (زاد المعاد، جلد ۴ صفحہ ۲۰) (یہ احادیث عزل یعنی ضبطِ ولادت کے جواز پر واضح دلالت کرتی ہیں اور ان دس اجل صحابہ سے اس کا جواز منقول ہے۔ حضرت علیؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت ابو ایوبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ و حضرت جابرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت حسن بن علیؓ، خباب بن الارتؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابن مسعودؓ۔)

اسقاطِ حمل اسقاطِ حمل اس وقت قانوناً ناجائز ہے لیکن مصنف نے ضبطِ ولادت کے

بارے میں اوپر والے واضح احکام پر پردہ ڈالتے ہوئے اسقاط حمل کے شرعی احکام کے ذریعے اس کی حرمت کی بنیاد اٹھائی ہے۔ لیکن یہاں بھی چوں کہ روایتی غلط بیانی سے کام لیا ہے، اس لئے ہم صرف علمی افادے کے لئے اس پر بھی مختصر سی تنقید کرتے ہیں۔ مصنف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۶۰ پر قاضی فخرالدین کا یہ مسلک نقل کر کے کہ وہ اس کے جواز کے قائل نہیں اور وہ اہل الترجیح فقہاء میں شمار کئے جاتے ہیں، یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو مفتی محمد یوسف صاحب عامۃ الناس کو دانستہ دھوکا دے رہے ہیں۔ یا وہ حنفی فقہ کے اس موٹے سے اصول سے بھی ناواقف ہیں کہ پہلے ترجیح اصل کتب مذہب کو دی جاتی ہے۔ دوسرے درجہ میں ان کی شروح کو۔ اور اگر ان میں مسئلہ نہ ہو تو تیسرے درجہ میں فتاویٰ کو۔ اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ اصول و شروح میں تمام حنفی فقہاء نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ اور حد یہ ہے کہ حنفی مذہب کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں اگرچہ دوسرے مشائخ کا ذکر بھی ہے، جو اس کے جواز کے قائل نہیں۔ لیکن صاف الفاظ میں یہ بھی تحریر ہے کہ فتویٰ جواز والے قول پر ہے۔ اس عبارت کو ہم اردو ترجمہ باب " تداوی و معالجات " فتاویٰ عالمگیری جلد نہم صفحہ ۱۰ سے نقل کرتے ہیں۔

" بچہ کی پوری خلقت مانند بال و ناخن وغیرہ ظاہر ہونے کے بعد اسقاط واسطے علاج کرنا نہیں جائز ہے۔ اور ہمارے زمانے میں ہر حال میں جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ "

قاضی خان نے اگرچہ اسقاط حمل کی عام اجازت نہیں دی لیکن شرعی عذروں کی بنا پر وہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ایک عذر یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی دودھ پلانے والی عورت کو حمل ٹھہر جائے اور بچے کا باپ غربت کی وجہ سے کسی دودھ پلانے والی کا انتظام نہیں کر سکتا تو اس کے لئے اسقاط حمل جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان مطبوعہ نولکشور فصل فی الختان صفحہ ۷۶۹)۔ شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی تفسیر عزیزی میں مندرجہ ذیل پانچ شرعی عذر گنائے ہیں (۱) عُسرِ ولادت (۲) قلتِ مال (۳) کثرتِ عیال (۴) سفر میں ہونا (۵) لونڈی میں تمتع سے رکاوٹ۔ (تفسیر سورت التکویر) مفتی محمد یوسف صاحب کو اگر خاندانی منصوبہ بندی کا صحیح مفہوم کہیں سے معلوم ہو جاتے تو وہ خود محسوس کریں گے کہ اس کا مطالبہ ان شرعی عذروں سے بھی کہیں کم ہے۔

روح کے بعد اسقاط حمل | جیسا کہ ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں ہمارے ملک میں کسی بھی مرحلے

پر اسقاط حمل ناجائز ہے۔ چاہے وہ روح داخل ہونے سے پہلے ہو یا اس کے بعد۔ اس لئے اس پر بحث کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہونا چاہیئے۔ لیکن مصنف چونکہ اس کے ذریعہ بحث کو اُلجھا کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں، اس لئے ہم اشارۃً اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے فقہاء اس قسم کے عمل کو ناجائز اور اس پر شرعی سزا لگاتے ہیں۔ لیکن قارئین یہ سُن کر حیران ہوں گے کہ اگر خاوند کی اجازت سے ایسا کیا جائے تو ان کے نزدیک کوئی شرعی سزا نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری ہی کا فتویٰ ملاحظہ ہو:۔۔۔۔۔۔ "عورت نے اگر اپنے پیٹ میں مار کر صدمہ پہنچایا یا کوئی دوا پی لی۔ تاکہ عمداً بچہ کو ساقط کر دے یا اپنی فرج میں کوئی دستی فعل کیا کہ جس سے بچہ ساقط ہو گیا تو اس کی مددگار برادری غرہ (شرعی سزا) کی ضامن ہو گی۔ بشرطیکہ اس نے شوہر کی بلا اجازت ایسا کیا ہو۔ اور اگر شوہر کی اجازت سے ایسا کیا تو کچھ واجب نہ ہوگا۔" (فتاویٰ عالمگیری اُردو کتاب الجنایات جلد نہم صفحہ ۱۰۴)

علامہ شلتوت کا فتویٰ

اپنی کتاب کے آخر میں مصنف لکھتے ہیں کہ یہ تحقیق صرف انہی کی نہیں بلکہ پاکستان اور بیرونِ پاکستان کے مشاہیر علماء بھی اس کے بارے میں یہی رائے رکھتے ہیں۔ چنانچہ بطور نمونہ ذیل میں ہم دنیائے اسلام کی سب سے بڑی یونیورسٹی اور ایک بہت عظیم مذہبی اور دینی درس گاہ جو جامعہ ازہر کے نام سے مشہور ہے، اس کے شیخ اکبر محمود شلتوت صاحب کا ایک فتویٰ تحدید نسل کے بارے میں نقل کرتے ہیں (صفحہ ۱۲۵)۔

مفتی محمد یوسف صاحب کے زورِ استدلال کی داد نہ دینا ظلم ہوگا۔ علامہ شلتوت جس فتویٰ کے ذریعہ خاندانی منصوبہ بندی کا جواز فرماتے ہیں، مفتی صاحب موصوف اسی کو عدم جواز کے لئے پیش کرتے ہیں۔ علامہ شلتوت کے فتویٰ کا پہلا فقرہ جو مفتی صاحب نے صفحہ ۱۲۶ پر نقل کیا ہے، یہ ہے:۔

"ان الاسلام یبیح التنظیم و یمنع التحدید" (اسلام خاندانی منصوبہ بندی کو تو جائز قرار دیتا ہے لیکن وہ مطلق تحدید کے خلاف ہے)۔ مفتی محمد یوسف صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عربی لفظ "تنظیم" کا اُردو ترجمہ "منصوبہ بندی" ہوتا ہے، جسے علامہ شلتوت صاحب جائز قرار دے رہے ہیں۔ ہاں وہ اسے ناجائز قرار دیتے ہیں جو مفتی صاحب جیسے لوگ اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ یعنی کسی کو مطلق بے اولاد کر دینا۔ وہ بچوں کی پیدائش کے درمیان مناسب وقفہ یا وہ نادار جوڑے جو

زیادہ اولاد کی ذمہ داریاں پوری کرنے سے قاصر ہوں (للافراد القلائل الذین تضعف اعصابهم عن مواجهة المسؤليات الكثيرة) یا جنہیں متعدی بیماریاں ہوں، اُن کے لئے نہ صرف جائز بلکہ ضروری سمجھتے ہیں۔ اس موضوع پر اُنہوں نے اپنے کتابچہ میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ جو ایسا نہیں کرتا، وہ اپنی اولاد کے قتل کا مرتکب ہوتا ہے۔ حدیث لا تقتلوا اولادکم سراً سے استدلال فرماتے ہوئے۔

اوران کی بحث کا خلاصہ یہ ہے واذا كانت الشريعة تطلب كثرة قوية لا هزيلة فهي تعل على صيانة النسل من الضعف والهزال (شریعت قوی کثرت کا مطالبہ کرتی ہے نہ کمزور کا۔ اس لئے وہ نسل کو کمزوری اور لاغری سے بچنے کا حکم دیتی ہے)۔

اس بارے میں سلف صالحین کے فیصلے اتنے واضح ہیں کہ خواہ ان کے انکار کی کتنی بھی کوشش کی جائے کسی نہ کسی صورت میں مخالف انہیں تسلیم کر جاتے ہیں۔ اس کتاب کے مصنف صاحب کے لئے بھی اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ بحث کے خاتمہ پر لکھتے ہیں:۔

"زیادہ سے زیادہ اس قیاس سے جو کچھ ثابت ہو سکتا ہے، وہ یہ ہے کہ عزل کی طرح ضبطِ ولادت پر بھی انتہائی ضرورت اور حقیقی مجبوری کے وقت صرف وہی اشخاص عمل کر سکتے ہیں جن کو وہ ضرورتیں پیش آئی ہوں۔ جن کی یہ حالت ہو کہ اگر وہ ضبطِ ولادت پر عمل نہ کریں تو وہ کسی ایسے نقصان کے شکار ہو جائیں گے، جس کا تدارک پھر ان کے لئے مشکل ہوگا۔ اور اس سے انکار کرنے کے لئے مجال نہیں۔" (صفحہ ۱۳۴)

مفتی محمد یوسف صاحب سے کوئی پوچھے کہ کیا ذاتی ضروریات کے لئے کسی دوسرے انسان کو قتل کیا جا سکتا ہے؟ کیا یہ عقیدہ تقدیر کے خلاف نہ ہوگا؟ حالاں کہ سلف صالحین نے جہاں اس کے جواز کے فتوے دیئے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ اہم فتوے نقل کئے جا چکے ہیں۔ ان میں کسی قسم کی کوئی قید نہیں لگائی گئی۔ دوسرے الفاظ میں مصنف شروع میں جس چیز کے متعلق لکھتے ہیں کہ ساری اُمت کے نزدیک یہ قبیح فعل ہے، اب انفرادی ضرورتوں کے لئے اس کے جواز سے انکار کرنے کے لئے انہیں مجال نہیں۔

انفرادی اجازت اور تحریک

اس طرح مفتی محمد یوسف صاحب نے جو عمارت تعمیر کی تھی، وہ خود اپنے ہاتھوں سے گرا دی۔

چنانچہ مخالفت کی کچھ سیڑھیاں اُتر کر ایک بالکل ہی دوسرے اعتراض کا سہارا لیتے ہیں۔ انہی کی زبانی سنئے:۔

"عہد نبوت سے لے کر آج تک اسلام کے مختلف ادوار میں سے کسی ایسے دور کی نشان دہی کی جائے جس میں مسلمانوں کے کسی مذہبی رہنما یا کسی مسلمان حاکم نے عزل یا ضبطِ ولادت کے کسی طریقہ کو منصوبہ کی شکل اور تحریکِ عمومی کی صورت میں چلایا ہو۔ یا علمائے سلف نے اس کی عمومی اجازت دی ہو۔ اس کے بغیر اس کو اسلامی اور مذہبی رنگ دینا عجیب بات ہے۔" (صفحہ ۱۲۳)

یعنی اگر اس کا کوئی ثبوت مل جائے تو پھر اس کو اسلامی اور مذہبی رنگ دیا جا سکتا ہے۔ لیجئے اب شکاری اپنے ہی جال میں پھنس گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے جو آخری ثبوت طلب کیا ہے اگر ان کے سامنے پیش کر دیا جائے تو انہیں اس کی مخالفت سے باز آجانا چاہیئے۔ اس کا ثبوت ہم اُمت کے ایک برگزیدہ صحابیٔ رسولؐ، حاکم مصر اور مشہور اسلامی سپہ سالار حضرت عمرو بن العاصؓ کے عمل سے پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے اہل مصر کی کثرت آبادی کو دیکھ کر انہیں منبر پر کھڑے ہو کر خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی۔ ان کا یہ خطبہ ابن عبدالحکیم کی کتاب "فتوحِ مصر" صفحہ ۱۳۹ پر اور ابن تغری بردی کی کتاب "النجوم الزاھرۃ فی اخبار مصر القاھرۃ" جلد اول کے صفحہ ۷۰ پر ملتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"یا معشر الناس ایاکم وخلالاً اربع ۔ فانھا تدعوا الی النصب بعد الراحۃ والی الضیق بعد السعۃ والی المذلۃ بعد العزۃ ۔ ایاکم وکثرۃ العیال، واخفاض الحال وتضیع المال والقیل بعد القال من غیر درکٍ ولا نوالٍ":

(اے لوگو! چار عادات سے بچو۔ کیوں کہ یہ آرام کے بعد موجبِ تکلیف ہوتی ہیں اور فراخیٔ رزق کے بعد تنگیٔ معاش کا سبب بنتی ہیں اور عزت والے کو ذلیل کرتی ہیں:۔

۱ :۔ تم کثرتِ عیال سے بچو۔ ۲ :۔ گھٹیا معیارِ زندگی سے بچو۔

۳ :۔ مال و دولت ضائع نہ کیا جائے ۴ :۔ اور فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے سے بچنا۔

اب مصنف کتاب نے جو ثبوت طلب کیا تھا، انہیں مل گیا ہے تو جو کچھ انہوں نے وعدہ کیا ہے اس کا اعلان کریں۔ اور عنداللہ ماجور ہوں۔